وَلٰكِنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ﴿٣٢﴾
بلکہ جھٹلایا اور روگردانی کی۔[1] (۳۲)

ثُمَّ ذَهَبَ اِلٰٓى اَهْلِهٖ يَتَمَطّٰى ﴿٣٣﴾
پھر اپنے گھر والوں کے پاس اتراتا ہوا گیا۔[2] (۳۳)

اَوْلٰى لَكَ فَاَوْلٰى ﴿٣٤﴾
افسوس ہے تجھ پر حسرت ہے تجھ پر۔(۳۴)

ثُمَّ اَوْلٰى لَكَ فَاَوْلٰى ﴿٣٥﴾
وائے ہے اور خرابی ہے تیرے لیے۔[3] (۳۵)

اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ يُّتْرَكَ سُدًى ﴿٣٦﴾
کیا انسان یہ سمجھتا ہے کہ اسے بیکار چھوڑ دیا جائے گا۔[4] (۳۶)

اَلَمْ يَكُ نُطْفَةً مِّنْ مَّنِيٍّ يُّمْنٰى ﴿٣٧﴾
کیا وہ ایک گاڑھے پانی کا قطرہ نہ تھا جو ٹپکایا گیا تھا؟(۳۷)

ثُمَّ كَانَ عَلَقَةً فَخَلَقَ فَسَوّٰى ﴿٣٨﴾
پھر وہ لہو کا لوتھڑا ہو گیا پھر اللہ نے اسے پیدا کیا اور درست بنا دیا۔[5] (۳۸)

فَجَعَلَ مِنْهُ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى ﴿٣٩﴾
پھر اس سے جوڑے یعنی نر و مادہ بنائے۔(۳۹)

اَلَيْسَ ذٰلِكَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنْ يُّحْيِۦَ الْمَوْتٰى ﴿٤٠﴾
کیا (اللہ تعالیٰ) اس (امر) پر قادر نہیں کہ مردے کو زندہ کر دے۔[6] (۴۰)

سُوْرَةُ الْاِنْسَانِ

سورۂ دہر مدنی ہے اور اس میں اکتیس آیتیں اور دو رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

---

(۱) یعنی رسول کو جھٹلایا اور ایمان و اطاعت سے روگردانی کی۔

(۲) یَتَمَطّٰی ' اتراتا اور اکڑتا ہوا۔

(۳) یہ کلمہ وعید ہے کہ اس کی اصل ہے أَوْلَاكَ اللّٰهُ مَا تَكْرَهُهُ اللہ تجھے ایسی چیز سے دوچار کرے جسے تو ناپسند کرے۔

(۴) یعنی اس کو کسی چیز کا حکم دیا جائے گا' نہ کسی چیز سے منع کیا جائے گا' نہ اس کا محاسبہ ہو گا نہ معاقبہ۔ یا اس کو قبر میں ہمیشہ کے لیے چھوڑ دیا جائے گا' وہاں سے اسے دوبارہ زندہ نہیں کیا جائے گا۔

(۵) فَسَوّٰی 'یعنی اسے ٹھیک ٹھاک کیا اور اس کی تکمیل کی اور اس میں روح پھونکی۔

(۶) یعنی جو اللہ انسان کو اس طرح مختلف اطوار سے گزار کر پیدا فرماتا ہے کیا مرنے کے بعد دوبارہ اسے زندہ کرنے پر قادر نہیں ہے؟

☆۔ اس کے مدنی اور مکی ہونے میں اختلاف ہے۔ جمہور اسے مدنی قرار دیتے ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ آخری دس آیات

هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ حِيْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُنْ شَيْـًٔا مَّذْكُوْرًا ①

یقیناً گزرا ہے انسان پر ایک وقت زمانے میں[1] جب کہ یہ کوئی قابل ذکر چیز نہ تھا۔ (۱)

اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ ۖ نَّبْتَلِيْهِ فَجَعَلْنٰهُ سَمِيْعًا بَصِيْرًا ②

بیشک ہم نے انسان کو ملے جلے نطفے سے امتحان کے لیے[2] پیدا کیا اور اس کو سنتا دیکھتا بنایا۔[3] (۲)

اِنَّا هَدَيْنٰهُ السَّبِيْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّاِمَّا كَفُوْرًا ③

ہم نے اسے راہ دکھائی اب خواہ وہ شکر گزار بنے خواہ ناشکرا۔[4] (۳)

اِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ سَلٰسِلَا۠ وَاَغْلٰلًا وَّسَعِيْرًا ④

یقیناً ہم نے کافروں کے لیے زنجیریں اور طوق اور شعلوں

مکی ہیں، باقی سب مدنی۔ (فتح القدیر) نبی صلی اللہ علیہ وسلم جمعے کے دن فجر کی نماز میں الٓمٓ تَنْزِیْلُ السَّجْدَۃ اور سورۂ دہر پڑھا کرتے تھے۔ (صحیح مسلم، کتاب الجمعۃ، باب مایقرأ فی یوم الجمعۃ) اس سورت کو سورۃ الانسان بھی کہا جاتا ہے۔

(۱) هَلْ بمعنی قَدْ ہے جیسا کہ ترجمے سے واضح ہے۔ اَلْاِنْسَانُ سے مراد، بعض کے نزدیک ابوالبشر یعنی انسان اول حضرت آدم ہیں اور حِیْنٌ (ایک وقت) سے مراد، روح پھونکے جانے سے پہلے کا زمانہ ہے، جو چالیس سال ہے۔ اور اکثر مفسرین کے نزدیک الانسان کا لفظ بطور جنس کے استعمال ہوا ہے اور حِیْنٌ سے مراد حمل یعنی رحم مادر کی مدت ہے۔ جس میں وہ قابل ذکر چیز نہیں ہوتا۔ اس میں گویا انسان کو متنبہ کیا گیا ہے کہ وہ ایک پیکر حسن و جمال کی صورت میں جب باہر آتا ہے تو رب کے سامنے اکڑتا اور اتراتا ہے، اسے اپنی حیثیت یاد رکھنی چاہیے کہ میں تو وہی ہوں جب میں عالم نیست میں تھا، تو مجھے کون جانتا تھا؟

(۲) ملے جلے کا مطلب، مرد اور عورت دونوں کے پانی کا ملنا اور پھر ان کا مختلف اطوار سے گزرنا ہے۔ پیدا کرنے کا مقصد، انسان کی آزمائش ہے ﴿لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا﴾ (الملک، ۲)

(۳) یعنی اسے سماعت اور بصارت کی قوتیں عطا کیں، تاکہ وہ سب کچھ دیکھ اور سن سکے اور اس کے بعد اطاعت یا معصیت دونوں راستوں میں سے کسی ایک کا انتخاب کر سکے۔

(۴) یعنی مذکورہ قوتوں اور صلاحیتوں کے علاوہ ہم نے خود بھی انبیا علیہم السلام، اپنی کتابوں اور داعیان حق کے ذریعے سے صحیح راستے کو بیان اور واضح کر دیا ہے۔ اب یہ اس کی مرضی ہے کہ اطاعت الٰہی کا راستہ اختیار کر کے شکر گزار بندہ بن جائے یا معصیت کا راستہ اختیار کر کے اس کا ناشکرا بن جائے۔ جیسے ایک حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، كُلُّ النَّاسِ يَغْدُو فَبَائِعٌ نَفْسَهُ فَمُوْبِقُهَا أَوْ مُعْتِقُهَا (صحیح مسلم، کتاب الطہارۃ، باب فضل الوضوء) "ہر شخص اپنے نفس کی خرید و فروخت کرتا ہے، پس اسے ہلاک کر دیتا ہے یا اسے آزاد کرا لیتا ہے" یعنی اپنے عمل و کسب کے ذریعے سے ہلاک یا آزاد کراتا ہے، اگر شر کمائے گا تو اپنے نفس کو ہلاک اور خیر کمائے گا تو نفس کو آزاد کرا لے گا۔

والی آگ تیار کر رکھی ہے۔[1] (۴)

إِنَّ الْأَبْرَارَ يَشْرَبُونَ مِن كَأْسٍ كَانَ مِزَاجُهَا كَافُورًا ﴿٥﴾

بیشک نیک لوگ وہ جام پئیں گے جس کی آمیزش کافور کی ہے۔[2] (۵)

عَيْنًا يَشْرَبُ بِهَا عِبَادُ اللَّهِ يُفَجِّرُونَهَا تَفْجِيرًا ﴿٦﴾

جو ایک چشمہ ہے۔[3] جس سے اللہ کے بندے پئیں گے اس کی نہریں نکال لے جائیں گے[4] (جدھر چاہیں)۔(۶)

يُوفُونَ بِالنَّذْرِ وَيَخَافُونَ يَوْمًا كَانَ شَرُّهُ مُسْتَطِيرًا ﴿٧﴾

جو نذر پوری کرتے ہیں[5] اور اس دن سے ڈرتے ہیں جس کی برائی چاروں طرف پھیل جانے والی ہے۔[6] (۷)

وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلَىٰ حُبِّهِ مِسْكِينًا وَيَتِيمًا وَأَسِيرًا ﴿٨﴾

اور اللہ تعالیٰ کی محبت[7] میں کھانا کھلاتے ہیں مسکین، یتیم اور قیدیوں کو۔(۸)

إِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللَّهِ لَا نُرِيدُ مِنكُمْ جَزَاءً وَلَا شُكُورًا ﴿٩﴾

ہم تو تمہیں صرف اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے لیے

---

(۱) یہ اللہ کی دی ہوئی آزادی کے غلط استعمال کا نتیجہ ہے۔

(۲) اشقیا کے مقابلے میں یہ سعدا کا ذکر ہے، کَأْسٌ اس جام کو کہتے ہیں جو بھرا ہوا ہو اور چھلک رہا ہو۔ کافور ٹھنڈی اور ایک مخصوص خوشبو کی حامل ہوتی ہے، اس کی آمیزش سے شراب کا ذائقہ دو آتشہ اور اس کی خوشبو مشام جان کو معطر کرنے والی ہو جائے گی۔

(۳) یعنی یہ کافور ملی شراب، دو چار صراحیوں یا مٹکوں میں نہیں ہوگی، بلکہ اس کا چشمہ ہوگا یعنی یہ ختم ہونے والی نہیں ہوگی۔

(۴) یعنی اس کو جدھر چاہیں گے، موڑ لیں گے، اپنے محلات و منازل میں، اپنی مجلسوں اور بیٹھکوں میں اور باہر میدانوں اور تفریح گاہوں میں۔

(۵) یعنی صرف ایک اللہ کی عبادت واطاعت کرتے ہیں، نذر بھی مانتے ہیں تو صرف اللہ کے لیے، اور پھر اسے پورا کرتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ نذر کا پورا کرنا بھی ضروری ہے۔ بشرطیکہ معصیت کی نہ ہو۔ چنانچہ حدیث میں ہے "جس شخص نے نذر مانی کہ وہ اللہ کی اطاعت کرے گا، تو وہ اسکی اطاعت کرے اور جس نے معصیت الٰہی کی نذر مانی ہے تو، وہ اللہ کی نافرمانی نہ کرے" یعنی اسے پورا نہ کرے۔(صحیح بخاری، کتاب الایمان، باب النذر فی الطاعۃ)

(۶) یعنی اس دن سے ڈرتے ہوئے محرمات اور معصیات کا ارتکاب نہیں کرتے۔ برائی پھیل جانے کا مطلب ہے کہ اس روز اللہ کی گرفت سے صرف وہی بچے گا جسے اللہ اپنے دامن عفو و رحمت میں ڈھانک لے گا۔ باقی سب اس کے شر کی لپیٹ میں ہوں گے۔

(۷) یا طعام کی محبت کے باوجود، وہ اللہ کی رضا کے لیے ضرورت مندوں کو کھانا کھلاتے ہیں۔ قیدی اگر غیر مسلم ہو، تب بھی اس کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید ہے، جیسے جنگ بدر کے کافر قیدیوں کی بابت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو

إِنَّا نَخَافُ مِن رَّبِّنَا يَوْمًا عَبُوسًا قَمْطَرِيرًا ﴿١٠﴾

فَوَقَاهُمُ اللَّهُ شَرَّ ذَٰلِكَ الْيَوْمِ وَلَقَّاهُمْ نَضْرَةً وَسُرُورًا ﴿١١﴾

وَجَزَاهُم بِمَا صَبَرُوا جَنَّةً وَحَرِيرًا ﴿١٢﴾

مُّتَّكِئِينَ فِيهَا عَلَى الْأَرَائِكِ ۖ لَا يَرَوْنَ فِيهَا شَمْسًا وَلَا
زَمْهَرِيرًا ﴿١٣﴾

وَدَانِيَةً عَلَيْهِمْ ظِلَالُهَا وَذُلِّلَتْ قُطُوفُهَا تَذْلِيلًا ﴿١٤﴾

کھلاتے ہیں نہ تم سے بدلہ چاہتے ہیں نہ شکر گزاری۔(۹)
بیشک ہم اپنے پروردگار سے اس دن کا خوف کرتے ہیں (۱) جو اداسی اور سختی والا ہوگا۔(۱۰)
پس انہیں اللہ تعالیٰ نے اس دن کی برائی سے بچا لیا (۲) اور انہیں تازگی اور خوشی پہنچائی۔ (۳) (۱۱)
اور انہیں ان کے صبر (۴) کے بدلے جنت اور ریشمی لباس عطا فرمائے۔(۱۲)
یہ وہاں تختوں پر تکیے لگائے ہوئے بیٹھیں گے۔ نہ وہاں آفتاب کی گرمی دیکھیں گے نہ جاڑے کی سختی۔ (۵) (۱۳)
ان جنتوں کے سائے ان پر جھکے ہوئے ہوں گے (۶)

حکم دیا کہ ان کی تکریم کرو۔ چنانچہ صحابہ پہلے ان کو کھانا کھلاتے' خود بعد میں کھاتے۔ (ابن کثیر) اسی طرح غلام اور نوکر چاکر بھی اسی ذیل میں آتے ہیں جن کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید ہے۔ آپ ﷺ کی آخری وصیت یہی تھی کہ "نماز اور اپنے غلاموں کا خیال رکھنا"۔ (ابن ماجہ' کتاب الوصایا' باب ہل أوصی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم)

(۱) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے قَمْطَرِيرٌ کے معنی طویل کے کئے ہیں 'عَبُوسٌ' سخت۔ یعنی وہ دن نہایت سخت ہو گا اور سختیوں اور ہولناکیوں کی وجہ سے کافروں پر بڑا لمبا ہو گا۔ (ابن کثیر)

(۲) جیسا کہ وہ اس کے شر سے ڈرتے تھے اور اس سے بچنے کے لیے اللہ کی اطاعت کرتے تھے۔

(۳) تازگی چہروں پر ہو گی اور خوشی دلوں میں۔ جب انسان کا دل مسرت سے لبریز ہوتا ہے تو اس کا چہرہ بھی مسرت سے گلنار ہو جاتا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں آتا ہے کہ جب آپ ﷺ خوش ہوتے تو آپ کا چہرۂ مبارک اس طرح روشن ہوتا گویا چاند کا ٹکڑا ہے"۔ (البخاری' کتاب المغازی' باب غزوۃ تبوک۔ مسلم' کتاب التوبۃ' باب حدیث توبۃ کعب بن مالک)

(۴) صبر کا مطلب ہے دین کی راہ میں جو تکلیفیں آئیں انہیں خندہ پیشانی سے برداشت کرنا' اللہ کی اطاعت میں نفس کی خواہشات اور لذات کو قربان کرنا اور معصیتوں سے اجتناب کرنا۔

(۵) زَمْهَرِيرٌ' سخت جاڑے کو کہتے ہیں۔ مطلب ہے کہ وہاں ہمیشہ ایک ہی موسم رہے گا' اور وہ ہے موسم بہار' نہ سخت گرمی اور نہ کڑاکے کی سردی۔

(۶) گو وہاں سورج کی حرارت نہیں ہو گی' اس کے باوجود درختوں کے سائے ان پر جھکے ہوئے ہوں گے یا یہ مطلب ہے کہ ان کی شاخیں ان کے قریب ہوں گی۔

وَيُطَافُ عَلَيْهِم بِآنِيَةٍ مِّن فِضَّةٍ وَأَكْوَابٍ كَانَتْ قَوَارِيرَا ﴿١٥﴾

قَوَارِيرَا مِن فِضَّةٍ قَدَّرُوهَا تَقْدِيرًا ﴿١٦﴾

وَيُسْقَوْنَ فِيهَا كَأْسًا كَانَ مِزَاجُهَا زَنجَبِيلًا ﴿١٧﴾

عَيْنًا فِيهَا تُسَمَّىٰ سَلْسَبِيلًا ﴿١٨﴾

وَيَطُوفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُونَ إِذَا رَأَيْتَهُمْ حَسِبْتَهُمْ لُؤْلُؤًا مَّنثُورًا ﴿١٩﴾

اور ان کے (میوے اور) گچھے نیچے لٹکائے ہوئے ہوں گے۔[۱] (۱۴)

اور ان پر چاندی کے برتنوں اور ان جاموں کا دور کرایا جائے گا[۲] جو شیشے کے ہوں گے۔(۱۵)

شیشے بھی چاندی[۳] کے جن کو (ساقی نے) اندازے سے ناپ رکھا ہو گا۔[۴] (۱۶)

اور انہیں وہاں وہ جام پلائے جائیں گے جن کی آمیزش زنجبیل کی ہو گی۔[۵] (۱۷)

جنت کی ایک نہر سے جس کا نام سلسبیل ہے۔[۶] (۱۸)

اور ان کے ارد گرد گھومتے پھرتے ہوں گے وہ کم سن بچے جو ہمیشہ رہنے والے ہیں[۷] جب تو انہیں دیکھے تو سمجھے

---

(۱) یعنی درختوں کے پھل 'گوش بر آواز فرماں بردار کی طرح' انسان کا جب کھانے کو جی چاہے گا تو وہ جھک کر اتنے قریب ہو جائیں گے کہ بیٹھے' لیٹے بھی انہیں توڑ لے۔(ابن کثیر)

(۲) یعنی خادم انہیں لے کر جنتیوں کے درمیان پھریں گے۔

(۳) یعنی یہ برتن اور آب خورے چاندی اور شیشے سے بنے ہوں گے۔ نہایت نفیس اور نازک۔ گویا یہ صنعت ایسی ہے کہ جس کی کوئی نظیر دنیا میں نہیں ہے۔

(۴) یعنی ان میں شراب ایسے اندازے سے ڈالی گئی ہو گی کہ جس سے وہ سیراب بھی ہو جائیں' تشنگی محسوس نہ کریں۔ اور برتنوں اور جاموں میں بھی زائد نہ بچی رہے۔ مہمان نوازی کے اس طریقے میں بھی مہمانوں کی عزت افزائی ہی کا اہتمام ہے۔

(۵) زَنْجَبِیلٌ (سونٹھ' خشک ادرک) کو کہتے ہیں۔ یہ گرم ہوتی ہے۔ اس کی آمیزش سے ایک خوشگوار تلخی پیدا ہو جاتی ہے۔ علاوہ ازیں عربوں کی یہ مرغوب چیز ہے۔ چنانچہ ان کے قہوہ میں بھی زنجبیل شامل ہوتی ہے۔ مطلب ہے کہ جنت میں ایک وہ شراب ہو گی جو ٹھنڈی ہو گی جس میں کافور کی آمیزش ہو گی اور دوسری شراب گرم' جس میں زنجبیل کی ملاوٹ ہو گی۔

(۶) یعنی اس شراب زنجبیل کی بھی نہر ہو گی جسے سلسبیل کہا جاتا ہے۔

(۷) شراب کے اوصاف بیان کرنے کے بعد' ساقیوں کا وصف بیان کیا جا رہا ہے "ہمیشہ رہیں گے" کا ایک مطلب تو یہ ہے جنتیوں کی طرح ان خادموں کو بھی موت نہیں آئے گی۔ دوسرا' یہ کہ ان کا بچپن اور ان کی رعنائی ہمیشہ برقرار رہے گی۔ وہ نہ بوڑھے ہوں گے نہ ان کا حسن و جمال متغیر ہو گا۔

کہ وہ بکھرے ہوئے سچے موتی ہیں۔[1] (١٩)

وَإِذَا رَأَيْتَ ثَمَّ رَأَيْتَ نَعِيمًا وَمُلْكًا كَبِيرًا ﴿٢٠﴾

تو وہاں جہاں کہیں بھی نظر ڈالے گا[2] سراسر نعمتیں اور عظیم الشان سلطنت ہی دیکھے گا۔(٢٠)

عٰلِيَهُمْ ثِيَابُ سُندُسٍ خُضْرٌ وَإِسْتَبْرَقٌ ۖ وَحُلُّوا أَسَاوِرَ مِن فِضَّةٍ وَسَقَاهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُورًا ﴿٢١﴾

ان کے جسموں پر سبز باریک اور موٹے ریشمی کپڑے ہوں گے[3] اور انہیں چاندی کے کنگن کا زیور پہنایا جائے گا۔[4] اور انہیں ان کا رب پاک صاف شراب پلائے گا۔(٢١)

إِنَّ هَٰذَا كَانَ لَكُمْ جَزَاءً وَكَانَ سَعْيُكُم مَّشْكُورًا ﴿٢٢﴾

(کہا جائے گا) کہ یہ ہے تمہارے اعمال کا بدلہ اور تمہاری کوشش کی قدر کی گئی۔(٢٢)

إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْآنَ تَنزِيلًا ﴿٢٣﴾

بیشک ہم نے تجھ پر بتدریج قرآن نازل کیا ہے۔[5] (٢٣)

فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تُطِعْ مِنْهُمْ آثِمًا أَوْ كَفُورًا ﴿٢٤﴾

پس تو اپنے رب کے حکم پر قائم رہ[6] اور ان میں سے کسی گنہگار یا ناشکرے کا کہنا نہ مان۔[7] (٢٤)

---

(١) حسن و صفائی اور تازگی و شادابی میں وہ موتیوں کی طرح ہوں گے ''بکھرے ہوئے'' کا مطلب' خدمت کے لیے ہر طرف پھیلے ہوئے اور نہایت تیزی سے مصروف خدمت ہوں گے۔

(٢) ثم ظرف مکان ہے وَإِذَا رَأَيْتَ ثَمَّ، أَيْ: هُنَاكَ یعنی وہاں جنت میں جہاں کہیں بھی دیکھو گے۔

(٣) سُنْدُسٍ 'باریک ریشمی لباس اور إِسْتَبْرَقٍ 'موٹا ریشم۔

(٤) جیسے ایک زمانے میں بادشاہ' سردار اور ممتاز قسم کے لوگ پہنا کرتے تھے۔

(٥) یعنی ایک ہی مرتبہ نازل کرنے کے بجائے حسب ضرورت و اقتضا مختلف اوقات میں نازل کیا۔ اس کا دوسرا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ قرآن ہم نے نازل کیا ہے' یہ تیرا اپنا گھڑا ہوا نہیں ہے' جیسا کہ مشرکین دعویٰ کرتے ہیں۔

(٦) یعنی اس کے فیصلے کا انتظار کر۔ وہ تیری مدد میں کچھ تاخیر کر رہا ہے تو اس میں اس کی حکمت ہے۔ اس لیے صبر اور حوصلے کی ضرورت ہے۔

(٧) یعنی اگر یہ تجھے اللہ کے نازل کردہ احکام سے روکیں تو ان کا کہنا نہ مان' بلکہ تبلیغ و دعوت کا کام جاری رکھ اور اللہ پر بھروسہ رکھ' وہ لوگوں سے تیری حفاظت فرمائے گا' فاجر' جو افعال میں اللہ کی نافرمانی کرنے والا ہو اور کفور جو دل سے کفر کرنے والا ہو یا کفر میں حد سے بڑھ جانے والا ہو۔ بعض کہتے ہیں کہ اس سے مراد ولید بن مغیرہ ہے جس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا تھا کہ اس کام سے باز آجا' ہم تجھے تیرے کہنے کے مطابق دولت مہیا کر دیتے ہیں اور عرب کی جس عورت سے تو شادی کرنا چاہے' ہم تیری شادی کرا دیتے ہیں۔(فتح القدیر)

وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ﴿٢٥﴾

اور اپنے رب کے نام کا صبح و شام ذکر کیا کر۔[1] (٢٥)

وَمِنَ الَّيْلِ فَاسْجُدْ لَهٗ وَسَبِّحْهُ لَيْلًا طَوِيْلًا ﴿٢٦﴾

اور رات کے وقت اس کے سامنے سجدے کر اور بہت رات تک اس کی تسبیح کیا کر۔[2] (٢٦)

اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ يُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ وَيَذَرُوْنَ وَرَآءَهُمْ يَوْمًا ثَقِيْلًا ﴿٢٧﴾

بیشک یہ لوگ جلدی ملنے والی (دنیا) کو چاہتے ہیں[3] اور اپنے پیچھے ایک بڑے بھاری دن کو چھوڑے دیتے ہیں۔[4] (٢٧)

نَحْنُ خَلَقْنٰهُمْ وَشَدَدْنَآ اَسْرَهُمْ ۚ وَاِذَا شِئْنَا بَدَّلْنَآ اَمْثَالَهُمْ تَبْدِيْلًا ﴿٢٨﴾

ہم نے انہیں پیدا کیا اور ہم نے ہی ان کے جوڑ اور بندھن مضبوط کیے[5] اور ہم جب چاہیں ان کے عوض ان جیسے اوروں کو بدل لائیں۔[6] (٢٨)

اِنَّ هٰذِهٖ تَذْكِرَةٌ ۚ فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا ﴿٢٩﴾

یقیناً یہ تو ایک نصیحت ہے پس جو چاہے اپنے رب کی راہ لے لے۔[7] (٢٩)

وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا

اور تم نہ چاہو گے مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ ہی چاہے[8] بیشک

---

(١) صبح و شام سے مراد ہے، تمام اوقات میں اللہ کا ذکر کر۔ یا صبح سے مراد فجر کی نماز اور شام سے عصر کی نماز ہے۔

(٢) رات کو سجدہ کر، سے مراد بعض نے مغرب و عشا کی نمازیں مراد لی ہیں۔ اور تسبیح کا مطلب، جو باتیں اللہ کے لائق نہیں ہیں، ان سے اسکی پاکیزگی بیان کر، بعض کے نزدیک اس سے رات کی نفلی نماز، یعنی تہجد ہے امر ندب و استحباب کے لیے ہے۔

(٣) یعنی یہ کفار مکہ اور ان جیسے دوسرے لوگ دنیا کی محبت میں گرفتار ہیں اور ساری توجہ اسی پر ہے۔

(٤) یعنی قیامت کو، اس کی شدتوں اور ہولناکیوں کی وجہ سے اسے بھاری دن کہا اور چھوڑنے کا مطلب ہے کہ اس کے لیے تیاری نہیں کرتے اور اس کی پروا نہیں کرتے۔

(٥) یعنی ان کی پیدائش کو مضبوط بنایا، یا ان کے جوڑوں کو، رگوں اور پٹھوں کے ذریعے سے، ایک دوسرے کے ساتھ ملا دیا ہے، بلفظ دیگر: ان کا مانجھا کڑا کیا۔

(٦) یعنی ان کو ہلاک کر کے ان کی جگہ کسی اور قوم کو پیدا کر دیں یا اس سے مطلب قیامت کے دن دوبارہ پیدائش ہے۔

(٧) یعنی اس قرآن سے ہدایت حاصل کرے۔

(٨) یعنی تم میں سے کوئی اس بات پر قادر نہیں ہے کہ وہ اپنے کو ہدایت کی راہ پر لگا لے، اپنے لیے کسی نفع کو جاری کر لے، ہاں اگر اللہ چاہے تو ایسا ممکن ہے، اس کی مشیت کے بغیر تم کچھ نہیں کر سکتے۔ البتہ صحیح قصد و نیت پر وہ اجر ضرور عطا فرماتا ہے إِنَّمَا الأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ وَإِنَّمَا لِكُلِّ امْرِئٍ مَّا نَوَىٰ "اعمال کا دارومدار، نیتوں پر ہے، ہر آدمی کے لیے وہ ہے جس کی وہ نیت کرے"۔

حَكِيْمًا ﴿٣٠﴾

يُّدْخِلُ مَنْ يَّشَاۗءُ فِيْ رَحْمَتِهٖ ۭ وَالظّٰلِمِيْنَ اَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا اَلِـيْمًا ﴿٣١﴾

سُوْرَةُ الْمُرْسَلٰتِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَالْمُرْسَلٰتِ عُرْفًا ﴿١﴾

فَالْعٰصِفٰتِ عَصْفًا ﴿٢﴾

وَّالنّٰشِرٰتِ نَشْرًا ﴿٣﴾

اللہ تعالیٰ علم والا باحکمت ہے۔[1] (۳۰)

جسے چاہے اپنی رحمت میں داخل کر لے' اور ظالموں کے لیے اس نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔[2] (۳۱)

سورۂ مرسلات مکی ہے اور اس میں پچاس آیتیں اور دو رکوع ہیں۔

شروع کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

دل خوش کن چلتی ہواؤں کی قسم۔[3] (۱)

پھر زور سے جھونکا دینے والیوں کی قسم۔[4] (۲)

پھر (ابر کو) ابھار کر پراگندہ کرنے والیوں[5] کی قسم۔(۳)

---

(۱) چوں کہ وہ علیم و حکیم ہے اس لیے اس کے ہر کام میں حکمت ہوتی ہے' بنابریں ہدایت اور گمراہی کے فیصلے بھی یوں ہی الل ٹپ نہیں ہو جاتے' بلکہ جس کو ہدایت دی جاتی ہے وہ واقعی اس کا مستحق ہوتا ہے اور جس کے حصے میں گمراہی آتی ہے' وہ حقیقتاً اسی لائق ہوتا ہے۔

(۲) وَالظَّالِمِيْنَ 'اس لیے منصوب ہے کہ اس سے پہلے يُعَذِّبُ' محذوف ہے۔

☆- یہ سورت مکی ہے جیسا کہ صحیحین میں مروی ہے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم منیٰ کے ایک غار میں تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر سورۂ مرسلات کا نزول ہوا' آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی تلاوت فرما رہے تھے اور میں اسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل کر رہا تھا کہ اچانک ایک سانپ آگیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' اسے مار دو' لیکن وہ تیزی سے غائب ہو گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "تم اس کے شر سے اور وہ تمہارے شر سے بچ گیا"۔ (بخاری' تفسیر سورۃ المرسلات۔ مسلم' کتاب قتل الحیات وغیرھا) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض دفعہ مغرب کی نماز میں بھی یہ سورت پڑھی ہے۔ (بخاری' کتاب الأذان' باب القراءۃ فی المغرب۔ مسلم' کتاب الصلوۃ' باب القراءۃ فی الصبح)

(۳) اس مفہوم کے اعتبار سے عرفاً کے معنی پے درپے ہوں گے۔ بعض نے مُرْسَلاَتٌ سے فرشتے یا انبیا مراد لیے ہیں۔ اس صورت میں عرفاً کے معنی وحی الٰہی' یا احکام شریعت ہوں گے۔ یہ مفعول لہ ہو گا لأَجْلِ الْعُرْفِ یا مَنْصُوبٌ بِنَزْعِ الْخَافِضِ - بِالْعُرْفِ

(۴) یا فرشتے مراد ہیں' جو بعض دفعہ ہواؤں کے عذاب کے ساتھ بھیجے جاتے ہیں۔

(۵) یا ان فرشتوں کی قسم' جو بادلوں کو منتشر کرتے ہیں یا فضائے آسمانی میں اپنے پر پھیلاتے ہیں۔ تاہم امام ابن کثیر اور امام طبری نے ان تینوں سے ہوائیں مراد لینے کو راجح قرار دیا ہے۔ جیسا کہ ترجمے میں بھی اسی کو اختیار کیا گیا ہے۔